An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

April-June, 2025, Volume:05, Issue:02 Pages:37-45

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

ابتلاء وآزمائش میں ترغیب وترہیب کا نبوی منہج اور عصری افادیت

THE PROPHETIC METHOD OF ENCOURAGEMENT AND WARNING IN TRIALS AND TRIBULATIONS AND ITS CONTEMPORARY RELEVANCE

***Muhammad AbuBakar**[1], **Asama Hameed**[2], **Ammad-Ud-Din Sabir**[3].

[1] Lecturer, Minhaj College for Women Lahore, Punjab, Pakistan.
[2] Multan University of Science and Technology, Multan, Punjab, Pakistan.
[3] MPhil Scholar, **LUMS**, Lahore, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received: March 28, 2025
Revised: April 19, 2025
Accepted: April 22, 2025
Available Online: April 26, 2025

Keywords:

Targhīb wa Tarhīb
Tribulations
Ideological
Qur'an and Sunnah
Lordship

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

*In *Targhīb wa Tarhīb* (encouragement and warning), trials and tribulations are the very means that strengthen a person's faculties and physical organs, as well as his intellectual and ideological foundations. Recognition of Allah's attribute of Lordship and His attribute of being the Subduer, humility and submission of the servants, sincerity, turning towards Allah and being attentive to Him, supplication and weeping, forgiving the one who causes distress, being patient over hardships while hoping for reward, expressing gratitude to Allah by considering the hidden benefits of afflictions, treating afflicted individuals with kindness and helping them, appreciating the blessing of well-being and thanking Allah for it—all of these are fruits of trials. The greatest benefit of tribulation, however, is the reward in the Hereafter which Allah bestows upon a person because of his trials. These rewards have different levels; the more patience and gratitude a person shows, the greater is his reward. The law of trials set by Allah is a means by which a community carrying the message of Islam and enduring the difficulties of this path can be prepared. This law of trials not only serves as the most effective method of training such a community but also plays a vital role in highlighting their virtues of goodness, strength, and endurance. Allah's law of trials provides practical training in bearing hardships and serves as a central means of understanding human reality and the purpose of life. As a result, those who carry the banner of Islamic invitation with firm character can progress with steadfastness. These are the very people considered capable of bearing this responsibility and worthy of trust. Trials and tribulations are an established law of Allah, mentioned repeatedly in the Qur'an. In the field of da'wah and guidance, the callers to Islam must pass through various stages of hardship and difficulty. This, in reality, is a test for the believers. Without enduring the stages of trial and tribulation, success in da'wah and tablīgh (propagation) is impossible. To confront these exhausting challenges in the mission of calling to Islam, the Qur'an and Sunnah have provided the best guiding principles. This article presents an analysis of the Prophet's ﷺ methodology of *targhīb wa tarhīb* concerning the stages of trials and tribulations.*

***Corresponding Author's Email:** faizi9423@gmail.com

ترغیب وترہیب میں ابتلاء وآزمائش ہی وہ عمل ہے جو انسان کے قویٰ اور اس کے جسمانی عضا کے ساتھ ساتھ فکری اور نظریاتی بنیادوں پر مضبوط کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت اور صفت قہار کی معرفت، بندوں کا عجز وانکسار، اخلاص، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی طرف متوجہ ہونا، دعا اور گریہ وزاری، مصیبت پہنچانے والے کو معاف کرنا، مصیبت پر صبر کرنا اور اجر کی امید رکھنا اور اس میں پوشیدہ فوائد کو سامنے رکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا، مصائب میں مبتلا افراد سے اچھا سلوک کرنا اور ان کی مدد کرنا، نعمت عافیت کی قدر دانی اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور اس ابتلاء وآزمائش کا سب سے بڑا فائدہ وہ آخرت کا ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ اس آزمائش کی وجہ سے عطا کرتا ہے۔ اس ثواب کے مختلف مراتب ہیں، جو شخص جتنا زیادہ صبر اور شکر سے کام لیتا ہے، اس کا ثواب بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ابتلاء ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے دعوتِ اسلام کی حامل اور اس راستے کی تکالیف برداشت کرنے والی جماعت تیار کی جاسکتی ہے۔ قانونِ ابتلاء اس جماعت کی تربیت کا موثر ترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی بھلائی، قوت اور برداشت جیسی خوبیوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اللہ کا قانونِ ابتلاء تکالیف برداشت کرنے کی عملی تربیت اور انسان کی حقیقت اور زندگی کا مقصد جانے کا مرکزی ذریعہ ہے تاکہ اس کے نتیجے میں دعوتِ اسلامی کے علمبردار اور مضبوط کردار کے افراد ثابت قدمی سے آگے بڑھ سکیں اور یہی لوگ اس بار کو اٹھانے کے قابل سمجھے جاتے ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ ابتلاء و آزمائش اللہ تعالیٰ کا ایسا رائج قانون ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں جگہ جگہ کیا گیا ہے۔ دعوت وارشاد میں داعیان اسلام کو مصائب و مشکلات کے مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور یہ درحقیقت اسلام کے ماننے والوں کا امتحان ہوتا ہے۔ دعوت و تبلیغ میں ابتلاء و آزمائش سے کی منازل کو عبور کیے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ دعوت دین میں یہ تھکا دینے والے امور کا مقابلہ کرنے کے لیے قرآن وسنت میں بہترین اصول بتائے گئے ہیں۔ مقالہ ھذا میں ابتلاو آزمائش کے مراحل سے متعلق حضور ﷺ کا منہج ترغیب وترہیب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ ٱلْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِى مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ"[1]

(اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تاکہ وہ ان (چیزوں) میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں (امانتاً) عطا کر رکھی ہیں۔ بے شک آپ کا رب (عذاب کے حق داروں کو) جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ (مغفرت کے امیدواروں کو) بڑا بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

"إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى ٱلْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا"[2]

(اور بے شک ہم نے اُن تمام چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعثِ زینت (و آرائش) بنایا تاکہ ہم ان لوگوں کو (جو زمین کے باسی ہیں) آزمائیں کہ ان میں سے بہ اعتبارِ عمل کون بہتر ہے۔)

ان آیات کریمہ میں مصائب و مشکلات کی ترغیب و ترہیب کو واضح کیا جارہا ہے کہ اس دنیا میں مراتب پانے کا ابتلاء و آزمائش سے گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ کسی امت کو اس وقت تک دنیا میں مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مختلف آزمائشی مراحل سے نہ گزر جائے اور اس کا جوہر حالات کی کٹھالی میں اچھی طرح پگھل کر کھوٹا اور کھرا الگ نہ ہو جائے۔

یہی قانون الٰہی امتِ اسلامیہ پر بھی نافذ العمل رہا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت رہی کہ اہلِ ایمان کو آزمائش اور ابتلاء سے گزارا جائے تاکہ ان کا ایمان خالص ہو جائے اور وہ زمین میں غلبہ حاصل کر لیں اور عزت و شرف کے مراتب پالیں۔

یہ مفہوم امام شافعیؒ کے ان الفاظ میں بھی پایا جاتا ہے جو انھوں نے ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے کہے تھے۔ سائل نے سوال کیا تھا کہ آزمائش میں گھرا انسان بہتر ہے یا صاحبِ مرتبہ؟ اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا تھا "انسان پہلے آزمایا جاتا ہے، پھر اسے مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ جیسے جلیل القدر انبیاء کو آزمایا جب انھوں نے صبر کیا تو اللہ نے انھیں مقام و مرتبہ عطا فرمایا، اس لیے کوئی انسان یہ خیال نہ کرے کہ وہ اس دنیا میں ہر قسم کے رنج و غم سے مکمل محفوظ رہے گا۔"[3]

اہل ایمان کو مقام و مرتبہ عطا کرنے سے پہلے کھرے کھوٹے کی پہچان کے لیے آزمائش و ابتلاء لازمی امر ہے تاکہ ان کے اقتدار کی عمارت مضبوطی اور پختگی سے قائم ہو سکے اور ابتلاء مومنوں کے لیے باعث رحمت ہوتا ہے نہ کہ باعث زحمت اور اس میں اللہ کا غضب نہیں بلکہ اس کی پسندیدگی شامل ہوتی ہے۔[4]

اسی طرح دعوتی میدان اور جنت کے راستے میں اللہ کا یہی قانون نافذ العمل ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((حفّت الجنةُ بالمكارهِ وحُفّت النّارُ بالشّهواتِ))[5]

(جنت کا راستہ مشکلات اور جہنم کا خواہشات سے پُر کر دیا گیا ہے۔)

ابتلاء کی بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں جن میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ابتلاء و آزمائش کو لوگوں کے درمیان امتیاز کرنے اور سچے مومن کو منافق سے الگ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے کیونکہ انسان کا کردار بسا اوقات اچھے حالات میں واضح نہیں ہوتا اور سخت حالات میں کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔"[6]

(کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے (اتنا) کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔)

منہج ترغیب وترہیب میں ابتلاء وآزمائش

اس سلسلے میں سید قطبؒ رقم طراز ہیں: "انسان کی آزمائش سے قبل اس کے دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے لیکن ابتلاء و آزمائش کے ذریعے اس کا ہر خفیہ راز عالم دنیا میں آشکار ہو جاتا ہے جو پہلے سے اللہ کے علم میں ہے مگر لوگ اسے نہیں جانتے ہوتے، پھر لوگوں کے ظاہری عمل پر ان کا محاسبہ کیا جاتا ہے نہ کہ صرف اللہ کے علم کی بنا پر۔ یہ ایک طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل، دوسری طرح عدل اور تیسرے پہلو سے دیکھا جائے تو لوگوں کی تربیت کا ذریعہ ہے۔ لوگ آپس میں کسی کا محاسبہ اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک اس کا معاملہ واضح نہ ہو جائے اور اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کے دل کا راز نہیں جانتے۔"[7]

دعوت و تبلیغ میں مداہنت و مصلحت سے بے نیازی

مشرکینِ مکہ نے اسلامی دعوت کے خلاف محاذ آرائی کا متفقہ فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اس دعوت نے ان کے جاہلی عقیدے کی قلعی کھول دی تھی، ان کے معبودوں کو باطل ٹھہرایا تھا اور ان کی آراء و افکار اور اللہ تعالیٰ، زندگی، انسان اور کائنات کے بارے میں ان کے تصورات کو کم عقلی کا نتیجہ قرار دیا تھا، لہٰذا انھوں نے اس دعوت کو روکنے، حق کی آواز کو دبانے اور اسلام کے فروغ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے مختلف ذرائع اور طریقے استعمال کیے۔

ابو طالب کو نبی ﷺ کی حمایت سے دور رکھنے کی کوشش

قریش کے سردار ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: ”اے ابو طالب! تیرے بھتیجے نے ہماری مجالس اور ہماری عبادت گاہ (مسجد حرام) میں آکر ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ اسے اس عمل سے روکیے۔“ اس پر ابو طالب نے نبی ﷺ سے کہا: ”یہ تیرے چچازاد بھائی میرے پاس آئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ تو انھیں ان کی مجالس اور حرم کعبہ میں تکلیف پہنچاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو تو اس سے باز آجا۔“ نبی ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور ان سے فرمایا: تَرَوْنَ ہٰذِہِ الشَّمْسَ؟ ”کیا تم سب اس سورج کو دیکھتے ہو؟“ انھوں نے کہا: ”ہاں“ فرمایا:

((مَا أَنَا بِأَقْدَرَ أَنْ أَدَعَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ عَلى أَن تَشغَلوا منہا تشغلةِ))

(اگر تم اس سورج کا شعلہ لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں یہ دعوت کبھی نہیں چھوڑوں گا۔)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اللہ کی قسم! اگر کوئی اس سورج سے آگ کا شعلہ بھی لے آئے تو بھی میں اس دعوت کو نہیں چھوڑوں گا جسے پہنچانے کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔)

یہ واقعہ دعوت ارشاد کے ضمن میں عملی نبوی کے ترغیبی و ترہیبی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ گویا حضور ﷺ نے واضح فرما دیا کہ دنیا کی ساری دولتیں اور ساری بادشاہت بھی لا کر رکھ دو تو میں اس دعوت کے کام سے دریغ نہیں کروں گا۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غلبہ اسلام یا پیغام حق کو عام کرنے کے لیے انسان کو جس قدر پر ضی انعام و اکرام سے نوازا جائے اس کو اپنے مقصد دعوت سے رتی برابر بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

صبر و برداشت کا عملی پہلو

جب سے نبی ﷺ نے اپنی دعوت کا برملا اظہار کیا تھا، اس وقت سے مشرکینِ مکہ آپ کو مسلسل تکلیفیں دے رہے تھے یہاں تک کہ آپ کو مکہ سے جلاوطن ہونا پڑا اور پھر اللہ نے آپ کو مشرکین پر غلبہ عطا فرمایا۔

نبی ﷺ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹنے کا اندازہ ان آیات سے لگایا جا سکتا ہے جو اس دورِ ابتلاء میں نازل ہوئیں جن میں آپ کو صبر کرنے اور اس کے اسباب اختیار کرنے کی تلقین کی گئی، غمزدہ ہونے سے روکا گیا اور سابق انبیاءؑ کے قصص و امثال بیان کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”وَٱصۡبِرۡ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَٱهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرٗا جَمِيلٗا.“[8]

اور آپ ان (باتوں) پر صبر کریں جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں، اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے غم نہ کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُن فِي ضَيۡقٖ مِّمَّا يَمۡكُرُونَ.“[9]

(اور (اے حبیبِ مکرّم!) آپ ان (کی باتوں) پر غم زدہ نہ ہوا کریں اور نہ اس مکر و فریب کے باعث جو وہ کر رہے ہیں تنگ دلی میں (مبتلاء) ہوں۔)

اللہ تعالیٰ نے دوسرے پیغمبروں کی مثال بیان کرتے ہوئے یوں تسلی دی:

”مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدۡ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبۡلِكَۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغۡفِرَةٖ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٖ.“

(اے حبیب! جو آپ سے کہی جاتی ہیں (یہ) وہی باتیں ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بے شک آپ کا رب ضرور معافی والا (بھی) ہے اور دردناک سزا دینے والا (بھی) ہے۔)

نبی ﷺ کو پہنچنے والی تکالیف کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

تمسخر اور استہزاء پر صبر

عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں:

کہ ایک دفعہ نبی ﷺ کعبے کے پاس نماز ادا کر رہے تھے اور قریش کے لوگ اپنی مجالس میں براجمان تھے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ”کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھتے؟“ (نعوذ باللہ) اتنے میں کسی نے کہا: ”کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹوں کا گوبر، خون اور جیر (بچہ دانی کی جھلی) لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے۔“ اس پر قوم کا بدبخت ترین آدمی اٹھا، جب نبی ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اونٹنی کی جیر آپ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دی، اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ ان کو جا کر خبر دی وہ ان دنوں نو عمر تھیں۔ وہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ رسول اللہ ﷺ سجدے کی حالت میں تھے۔ فاطمہؓ نے آپ ﷺ کی پیٹھ سے جیر ہٹا کر پرے پھینکی اور سب کو برا بھلا کہنے لگیں۔ جب نبی ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمالی تو تین مرتبہ فرمایا: اللّٰھمَّ عَلَیکَ بِقُرَیش ”اے اللہ! ! تو قریش کو پکڑ لے۔“ پھر نبی ﷺ نے ہر ایک کا نام لے کر فرمایا کہ اے اللہ! تو عمرو بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔[10]

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے دیکھا جن لوگوں کے نام رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر لیے تھے وہ سب بدر کے دن قتل ہوئے پڑے تھے، پھر انھیں بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيبِ لَعْنَةً "ان کنویں والوں پر لعنت کی گئی۔"[11]

دیگر روایات میں آتا ہے کہ گندگی پھینکنے والا عقبہ بن ابی معیط اور اس کام پر ابھارنے والا ابو جہل تھا۔[12]

مشرکین اپنے خلاف نبی ﷺ کی بددعا کے مؤثر ہونے پر خائف تھے۔ ان پر یہ معاملہ گراں گزرتا تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ مکہ میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔[13]

اس واقعہ پر غور کرے جو بھی حلات دشمنان اسلام پیدا کرتے رہے مگر حضور ﷺ نے ترغیب وترہیب کی دعوت دینے میں ایک لمحہ کا بھی توقف نہ کیا۔ اور اس بات کی ترغیب اپنے عمل کے ذریعے سے دی کہ جتنے برے مقصدع کولے کو اٹھوگے اور جتنے بڑے پیمانے پر تعلیمات اسلام کی دعوت کو عام کرنے کی ٹھانوگے تو اس قدر کہ مصائب وآلام سے گزرنا پڑے گا۔ گویا حضور رسالت مآب ﷺ نے تمام مشکلات اور مخالفتوں کے طوفان میں بھی دوت وارشاد کی ترغیب وترہیب کرنے کی تلقین بھی فرمائی اور خود کو بطور نمونہ بھی پیش کیا۔

شعب ابی طالب میں صبر واستقامت کا عملی مظاہرہ

"شعب ابی طالب" ابتلاء وآزمائش کی تاریخ کا کرب والم سے لبریز وہ واقعہ ہے جسے آج بھی پڑھ کر ہر ذی شعور انسان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ تین سال کی قید، اشیاء خورد ونوش کا بند کردیا جانا اور اس قدر ظلم کہ چمڑے کو ابال کر کھانا پڑا، اس سے زیادہ انسانیت پر ظلم کی تاریخ نہیں ملتی، ان حلات کو پڑھ کر پتھر بھی پگھلنے لگ جاتے ہیں۔ اس قدر مصائب وآلام میں کے باوجود حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اسلام کی دعوت سے ذرا بھی دریغ نہ برتی۔ یہ ابتلاء وآزمائش میں دعوت اسلام دینے ولوں کو ترغیب دلاتا ہے۔ کہ خدا کے راستے میں اس قدر مراحل سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔

نبی ﷺ اور اہلِ اسلام کے صبر کے سامنے قریشی مشرکین کا ظلم بڑھتا چلا گیا جبکہ آپ ﷺ اور آپ کے پیروکار مسلسل اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ قبائل میں اسلام پھیلنے کے باعث قریش کی طرف سے اذیتوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا، یہاں تک کہ مسلمانوں کا مادی وسماجی بائیکاٹ شروع کردیا گیا جس کا آغاز قریش نے ظلم ودشمنی کی وجہ سے کیا۔ اس زد میں اہل اسلام اور نبی ﷺ کی حمایت کرنے والے قرابتدار بھی آگئے۔

علامہ زہریؒ کہتے ہیں: بعد ازاں مشرکین نے اپنی پوری طاقت سے مسلمانوں پر سختیاں کیں یہاں تک کہ ان پر آزمائشوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ان کی ہمت جواب دینے لگی، مزید برآں قریش نے علی الاعلان نبی ﷺ کے قتل پر اتفاق کرلیا۔ ابو طالب نے جب معاملہ سنگین ہوتا دیکھا تو بنو عبدالمطلب کو یکجا کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو شعب ابی طالب میں لے چلیں اور ان کا دفاع کریں۔ اس بات سے تمام بنو عبدالمطلب نے، خواہ کافر ہوں یا مسلمان، اتفاق کیا۔ بعض نے قبائلی عصبیت اور بعض نے ایمان و یقین سے یہ کام کیا۔ جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قوم ان کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ہے تو اُنہوں نے طے کیا کہ کوئی ان کے ساتھ میل جول نہ رکھے، نہ ان سے لین دین کرے اور نہ ان کی گھریلو تقریبات میں شرکت کرے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے نہ کردیں تاکہ انہیں قتل کردیا جائے۔ اُنہوں نے مکر وفریب سے کام لیتے ہوئے آپس میں ایک معاہدہ بھی تحریر کیا جس میں مختلف دفعات تھیں کہ وہ بنو ہاشم سے کبھی صلح کریں گے نہ ان کے بارے میں کوئی نرمی برتی جائے گی حتی کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے سپرد کردیا جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان سے شادی بیاہ اور خرید وفروخت کے تعلقات قائم نہ کیے جائیں، ان کے پاس خوراک کا کوئی دانہ تک نہ پہنچنے دیا جائے، نہ ان سے صلح کی جائے، نہ ان کے بارے میں نرمی برتی جائے، نہ کوئی ان سے میل جول رکھے اور نہ ان کی مجلس میں بیٹھے۔ نہ کوئی ان سے کلام کرے اور نہ ان کے گھروں میں جائے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ کو قتل کرنے کے لیے ان کے سپرد کریں۔ یہ معاہدہ طے کرکے اُنہوں نے ایک تحریر لکھی اور اعلان عام کے طور پر یہ دستاویز بیت اللہ کے اندر لٹکادی گئی۔[14]

شعب ابی طالب میں جب سب لوگ سونے کے لیے جاتے تو جناب ابو طالب رسول اللہ ﷺ کو اپنے بستر کی طرف جانے کا کہتے اور خود قریش کی ہر قسم کی چالبازی اور اچانک حملے کا جائزہ لیتے، پھر جب لوگ سوجاتے تو اپنے کسی بیٹے، بھائی یا چچازاد کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر لٹادیتے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ تم اس کے بستر پر لیٹ جاؤ، چنانچہ آپ وہاں آرام فرماتے۔[15]

صحابہ کرامؓ اور بنو ہاشم و بنو مطلب کا بائیکاٹ اتنا سخت ہوتا چلا گیا کہ وہ درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوگئے حتی کہ ان کی زندگی اتنی تنگ اور مشکل ہوگئی کہ ان میں سے کوئی پیشاب کرنے کے لیے جاتا اور اچانک اپنے پاؤں کے نیچے کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سنتا اور دیکھتا کہ وہاں اونٹ کی کھال کا ٹکڑا ہے تو وہ اسے اٹھاتا، پانی سے صاف کرتا، پھر اسے جلاتا اور سفوف بنالیتا اور تھوڑا تھوڑا پھانکتا رہتا، پھر پانی پی لیتا اور تین دن اس پر گزارا کرتا۔ پھر یہ بائیکاٹ اتنا شدید ہوگیا کہ قریش گھاٹی کے باہر بچوں کے بلبلانے کی آوازیں سن سکتے تھے۔

دعوتی اسباق

بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مشرکین نے نبی ﷺ کے ساتھ مکمل یکجہتی کا اظہار کیا اور جاہلی رواج کے تحت آپ کی مکمل حفاظت کی۔اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کفر کے ان قوانین سے مستفید ہو سکتا ہے جن سے اسلامی دعوت کو فائدہ ہوتا ہو

ایک اہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتے دار آپ کی حمایت و حفاظت اس لیے نہیں کر رہے تھے کہ آپ رسول اللہ تھے بلکہ وہ آپ کی شخصی اور نسبی بنیاد پر حمایت کر رہے تھے۔ چنانچہ اگر کوئی حاکم و مقتدا مسلمانوں کی اس حمایت کو جہاد اور کافروں پر غلبے کے ایک وسیلے کے طور پر حاصل کر سکتا ہو جس کا مقصد کفار کی تدابیر اور ان کی دشمنی کا سد باب کرنا ہو تو یہ قابل صد شکر یہ عمل ہے۔[16]

نبی ﷺ کی مسلمانوں کو یہ ہدایات تھیں کہ وہ دشمن سے ٹکر نہ لیں اور اپنے جذبات قابو میں رکھیں۔ وہ کسی قسم کی جنگ بھڑکانے سے گریز کریں اور خود کسی جنگ کا ایندھن بننے سے اجتناب کریں۔

اس مرحلے میں نبی ﷺ کی تربیت کا عظیم الشان پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ اس دنیا کے عظیم بہادروں حمزہ، عمر، ابو بکر اور عثمانؓ وغیرہ نے بغیر کسی ٹکراؤ کے اعلیٰ صبر کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے سمع و طاعت کو اپنا شعار بنائے رکھا، ہر قسم کی اذیت، دشمنی اور ظلم کو برداشت کیا اور اپنے ہاتھ روک کر رکھے۔ اُنہوں نے صبر کا مظاہرہ کسی ایک حادیث یا ایک دن پر نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے تو خشک سالی والے تین سال صبر کا مظاہرہ کیا جس میں ان کے اعصاب تک شل ہو گئے اور انہیں ایک بھی تیر پھینکنے یا کسی ایک شخص کا سر پھوڑنے کی بھی اجازت نہ ملی۔[17]

ان واقعات نے اہل ایمان کو اپنے قائد کے احکامات کی پابندی کرنے اور کسی بھی قسم کی جذباتی کارروائی نہ کرنے کی راہ دکھائی اور وہ اس پر کاربند رہے۔ وہاں ابو جہل پر حملہ کرنا یا سوچے سمجھے بغیر کوئی بھی غیر متوازن جنگ شروع کرنا بہت آسان تھا۔ ایسی جنگ کب تک جاری رہتی، یہ اللہ ہی جانتا تھا۔

اسلامی دعوت ان دنوں حبشہ، نجران، ازوشنوہ، یمن اور غفار میں ایک واضح اور درست سمت میں کامیابی سے ہمکنار ہو رہی تھی جو زمانہ مستقبل میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے سہارا بن سکتی تھی۔ ایسے قوی مراکز بھی قائم ہو رہے تھے جو فیصلہ کن مراحل کے وقت متحرک ہو سکتے تھے اور یہ کامیابی اسلامی دعوت کے مکہ جیسی سنگلاخ زمین اور اس کے اڑیل لوگوں سے تجاوز کر کے دیگر علاقوں میں پھیلنے کا سبب بن سکتی تھی۔

بائیکاٹ کے تین سال اسلام کے اس ہر اول دستے کے لیے تربیت اور کردار سازی کے میدان میں عظیم توشہ ثابت ہوئے۔ ان میں بھوک، خوف، آزمائش میں صبر کرنے، اعصاب کو قابو میں رکھنے، اپنے دلوں اور خواہشات کو دبانے اور اپنے جذبات کو کنڑول کرنے جیسے اوصاف راسخ ہو گئے۔

قانونِ الٰہی کے نفاذ کے سلسلے میں کسی بھی موڑ پر اور کسی بھی وقت اہل باطل کی طرف سے بائیکاٹ اور مقاطعے کا اندیشہ ہو سکتا کیونکہ کفر ایک ہی ملت ہے، لہٰذا دعوت و ارشاد میں ترغیب و ترہیب کا علم بلند کرنے والی امت اسلامیہ کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جونہی ایسے حالات پیدا ہوں تو وہ اسوۂ رسول کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب اقدامات کریں تاکہ کسی بھی قسم کے بائیکاٹ کے سامنے امت اسلامیہ ایک مضبوط چٹان بن جائے۔

ابتلاء وآزمائش میں صحابہ کرام کی دادرسی

عمار بن یاسرؓ کے والد یاسرؓ قبیلہ بنو عنس کے ایک فرد تھے جو یمن سے مکہ آئے تھے۔ وہ اور ان کے دو بھائی حارث اور مالک اپنے ایک بھائی کی تلاش میں مکہ آئے تھے۔ مالک اور حارث تو واپس یمن چلے گئے لیکن یاسر مکہ میں ٹھہر گئے اور انھوں نے ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی سے عہد و پیمان کر لیا۔[18]

ابو حذیفہ نے یاسر کی شادی اپنی ایک کنیز سمیہ بنت خباط سے کر دی جن کے بطن سے عمار پیدا ہوئے، جنھیں ابو حذیفہ نے آزاد کر دیا اور ابو حذیفہ کچھ ہی دنوں کے بعد فوت ہو گیا، پھر جیسے ہی اسلام کا ظہور ہوا، یاسر، سمیہ، عمار اور اس کا بھائی عبداللہ بن یاسر سب مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے پر ان پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیے۔ وہ انھیں سخت دوپہر کے وقت مکہ کی تپتی زمین پر لٹاتے[19] اور ان کے پہلو بدل بدل کر اذیت دیتے۔[20]

نبی ﷺ اس حالت میں ان کے قریب سے گزرتے تو فرماتے: اصبرا آل یاسر فَاِنَّ مؤعدکُم الجَنّۃ"اے آل یاسر! صبر کرو۔ بلاشبہ تمھارا مقام جنت ہے۔

ایک روز ابو جہل سمیہؓ کے پاس آیا اور بولا: "تو محمد ﷺ پر صرف اس لیے ایمان لائی ہے کہ تو اس کے جمال پر فریفتہ ہو گئی ہے۔" یہ سن کر سمیہؓ نے اسے سخت جواب دیا تو اس نے سمیہؓ کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر انھیں قتل کر دیا۔ سمیہؓ عورتوں میں پہلی شہید ہیں۔[21]

سمیہؓ نے اپنے کردار سے ایسی اعلیٰ اور گرانقدر شجاعت کی داستان رقم کی جو کسی اور عورت کے حصے میں نہیں آئی۔ اس میں رہتی دنیا تک آنے والی ہر عورت کے لیے دعوت ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلے اور اس کا دل بے ساختہ ان کی پیروی کی طرف مائل ہو۔ سمیہ بنت خباط کی شہادت کے بعد ہر مسلمان عورت پر لازم ہے کہ وہ جان کا نذرانہ پیش کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔[22]

عمار بن یاسر کی دادرسی

عثمان ﷺ کی بیان کردہ روایت میں ہے: "میں نبی ﷺ کے ساتھ بطحا میں چلا جا رہا تھا اور نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ آلِ یاسر کے پاس پہنچے۔ ابو عمارؓ نے کہا: "اے اللہ کے رسول! کیا ہم پر وقت ایسا ہی رہے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

اصبر "تم صبر سے کام لو۔" پھر فرمایا: اللھم اغفر لآل یاسر و قد فعلت "اے اللہ! آل یاسر کو معاف فرمادے اور یقیناتو ہی بخشنے والا ہے۔"[23]

پھر چند ہی دنوں کے بعد یاسرؓ ظلم سہتے سہتے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

نبی ﷺ کے پاس اس وقت آل یاسر کو حوصلہ دینے کے سوا کچھ نہ تھا۔نہ وہ غلام تھے کہ انھیں خرید کر آزاد کر دیا جاتا اور نہ ہی نبی ﷺ کے پاس اتنی قوت تھی کہ آپ انھیں ظلم وتکالیف سے نجات دلا سکیں۔آپ ﷺ اس وقت صرف مغفرت اور جنت کی بھرپور خوشخبری سنا سکتے تھے اور صبر کی تلقین کر سکتے تھے تاکہ یہ مبارک خاندان آنے والی نسلوں کے لیے اسوہ بن جائے اور وہ اس نعرے کے ساتھ تاریخ کا حصہ بن جائیں:

(آل یاسر! صبر کرو۔ بلاشبہ تمھارا مقام جنت ہے۔)[24]

عمارؓ اپنے ماں باپ کے بعد ایک عرصہ کفار کی طرف سے مختلف عذاب سہتے رہے۔ان کا شمار مکہ کے اس کمزور طبقے میں ہوتا ہے جن کا وہاں کوئی قبیلہ نہیں تھا جو ان کی حفاظت کرتا اور نہ خود ان کے پاس کوئی طاقت اور دفاعی صلاحیت تھی کہ وہ اپنے آپ کو بچاتے۔ قریش انھیں دوپہر کے وقت مکہ کی تپتی ریت پر لٹاتے تاکہ انھیں ان کے دین سے برگشتہ کیا جاسکے اور بسا اوقات عمارؓ کو بھی یہ احساس نہیں رہتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔[25]

یہ اسلام کا دور اول ہے جب حضور ﷺ نے عرب کے معاشرے میں توحید کی دعوت کا آغاز کیا تو آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا گیا اور طرح طرح کی سزائیں بھی دی گئی، پیغام حق کو قبول کرنے پر حضرت عمار بن یاسر کو اور آپ کے گھر والوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دی گئی یہاں تک کے آپ کی والدہ ماجدہ کو شہید کر دیا گیا اور اس مشکل مرحلے میں حضور ﷺ نے اپنے صحابی کو صبر کی ترغیب دی۔ حضور ﷺ کی ترغیب پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہے کہ آج تاریخ اسلام کا باب آپ کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

مصعب بن عمیرؓ کی دادرسی

مصعب بن عمیر ناز و نعم میں پلنے والے بہت خوش پوش نوجوان تھے۔ان کے ماں باپ ان سے حد درجہ محبت کرتے تھے۔ان کی ماں ایک مالدار خاتون تھیں جو انھیں باریک اور بہت عمدہ لباس پہناتیں۔وہ مکہ کے سب سے زیادہ خوشبو لگانے اور حضرمی جوتا پہننے والے تھے۔[26]

مصعبؓ کی والدہ ان کا حد درجہ خیال رکھتیں۔وہ سوئے ہوتے تو وہ کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کردہ حلوہ ایک برتن میں تیار رکھتی جیسے ہی مصعب نیند سے بیدار ہوتے تو وہ حلوہ کھاتے۔[27]

جب مصعبؓ کو علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں اور اسلام کی دعوت دے رہے ہیں تو وہ وہاں پہنچے۔دین حق کی تعلیمات سن کر مسلمان ہوگئے اور نبی ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی۔انھوں نے اپنی ماں اور قوم کے ڈر سے اپنا اسلام مخفی رکھا لیکن مسلسل اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ایک دن عثمان بن طلحہ نے انھیں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو ان کی ماں اور قبیلے والوں کو خبر کر دی۔[28] قبیلے والوں نے مصعبؓ کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا، وہ اسی حالت میں رہے حتی کہ موقع پا کر حبشہ کی طرف پہلی ہجرت میں شریک ہوگئے۔[29]

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ میں یہ فرماتے ہیں: "میں نے مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا کہ وہ اسلام لانے کی وجہ سے سخت مصائب و مشکلات کا شکار رہے اور نڈھال ہوگئے تھے اور میں نے دیکھا ان کی جلد سانپ کی جلد کی طرح اڑی ہوئی تھی، پھر ہم انھیں پالان پر بٹھاتے تو بڑی مشکل سے بٹھا پاتے تھے۔[30]

نبی ﷺ جب بھی مصعبؓ کا تذکرہ فرماتے تو کہتے:

((مَا رَأَيْتُ بِمَكَّةَ أَحَدًا أَحْسَنَ لِمَّةً وَلَا أَرَقَّ حُلَّةً، وَلَا أَنْعَمَ نِعْمَةً مِنْ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ))[31]

(میں نے مکہ میں عمدہ زلفوں، نرم و گداز لباس اور عمدہ ترین نعمتوں میں پلنے والا مصعب بن عمیرؓ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔)

مصعب بن عمیرؓ آزمائشیں اور مصائب جھیلنے، جسمانی کمزوری اور اپنوں کے ظلم کے باوجود صحابہ کرامؓ کے دوش بدوش بھلائی، فضیلت اور اللہ کے راستے میں جہاد جیسی عظمتوں کو حاصل کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالی نے انھیں غزوہ احد میں شہادت سے سرفراز فرمایا۔[32]

مصعب بن عمیرؓ نعمتوں میں پلنے والے خوشحال نوجوانوں کے لیے اسلامی تربیت کا انمول اسوہ ہے۔اسلام لانے کے بعد انھوں نے کمزوری اور سستی نہ دکھائی اور نہ انھیں نفسانی خواہشات وبا سکیں کہ وہ دھوکا دینے والی دنیا کے دوزخ میں جا گرتے۔[33]

مصعب بن عمیرؓ نے جب دینِ اسلام اختیار کر لیا تو اپنے ماضی کی ہر آسائش، لذت اور خوشگواری کو خیر باد کہہ دیا اور اسلام پر بیعت کر لی۔راہ حق میں انھیں آزمائش کے راستے سے گزرنا پڑا تاکہ ان کا ایمان مضبوط اور یقین محکم ہو جائے۔

مصعبؓ اپنی زندگی سے انتہائی مطمئن اور خوش تھے، حالانکہ ان کے ارد گرد مظالم اور خطرات منڈلا رہے تھے۔ان پر فقر، تنگی اور ظلم وجور کا باب کھل چکا تھا اور وہ ہر قسم کی راحت اور فارغ البالی سے محروم ہو چکے تھے۔[34]

مصعب بن عمیرؓ فقر، مقام و مرتبہ سے محرومی، اہل خانہ، قریبی رشتہ داروں اور خاندان کی طرف سے مخالفت، بھوک، ظلم اور وطن سے دوری جیسی آزمائشوں کا مقابلہ کیا اور دین و ایمان کی بدولت کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ وہ دل کی گہرائیوں تک مطمئن اور پہاڑوں کی طرح مضبوط تھے۔[35]

صحابہ کرام کو مصائب پر صبر کی تلقین

خبابؓ لوہار تھے۔مکہ میں رہتے تھے۔اللہ تعالی نے ابتداہی میں انھیں ہدایت سے سرفراز فرمادیا تھا۔وہ دارِ ارقم کے مرکز بننے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔[36]

وہ مکہ کے کمزور مسلمانوں میں سے تھے جنھیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور یہ ظلم اس حد تک پہنچ گیا کہ مشرکین انھیں پشت کے بل گرم پتھر پر لٹا دیتے حتیٰ کہ ان کی پیٹھ کی چربی پگھل گئی۔[37]

نبی ﷺ خبابؓ سے محبت کرتے تھے اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے۔ جب خبابؓ کی مالکہ اُم انمار خزاعیہ کو ان کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو اس نے لوہے کا ایک ٹکڑا گرم کیا اور خباب میںؓ کے سر پر رکھ دیا۔ خبابؓ نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم انصر خبابا "اے اللہ! خباب کی مدد فرما۔"

اس کے بعد اُم اَنمار کے سر میں تکلیف ہوگئی اور وہ کتوں کے ساتھ بھونکتی۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے سر پر داغ لگاؤ۔ وہ خبابؓ کے پاس آئی اور داغ لگانے کو کہا۔ خبابؓ نے وہی لوہے کا ٹکڑا لیا جسے وہ گرم کر کے خبابؓ کو لگایا کرتی تھی، اسے گرم کیا اور اس کے سر پر لگایا۔ اس قصے میں صاحبِ بصیرت احباب کے لیے عبرت کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ کے صابر و ایماندار بندوں کے کس قدر قریب ہے! دیکھیں کس طرح وہ خود بخود خبابؓ کے پاس آئی کہ وہ اس کے سر پر گرم لوہے سے داغ لگائیں۔[38]

جب مشرکین کا کمزور مسلمانوں پر ظلم و تشدد انتہا کو پہنچ گیا اور انھیں سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تو خبابؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ کعبۃ اللہ کے سایے میں اپنی چادر کا سرہانہ بنائے (لیٹے) ہوئے تھے، چنانچہ خبابؓ نے عرض کیا: "کیا آپ ہمارے لیے (اللہ کی) مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے حق میں دعا نہیں کریں گے۔" نبی ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا کہ فرمایا:

((كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحفَرُلَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجعل فيه، جاء بالمبشار فيوضع على رأسم فيشل بالتين، وما يضله ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَادُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْم أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذالِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ لَيَتعنَّ ہٰذَا الأَمرحتى بسيرالرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إلى حضرموت لا يخاف إلا الله أو الذِّنْبَ عَلَى غَنَمِه وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ۔))[39]

(تم سے پہلے لوگوں کے ساتھ تو یہ ہوتا تھا کہ ایک آدمی کو لایا جاتا اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا۔ اسے اس میں ڈال کر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ یہ سارا ظلم اسے اس کے دین سے روک نہ سکا۔ اسی طرح لوہے کی کنگھیوں سے گوشت، ہڈیوں اور پٹھوں سے نوچ لیا جاتا، پھر بھی کسی کو اس کے دین سے روکا نہ جاسکا۔ اللہ کی قسم! یہ دین کا معاملہ ضرور مکمل ہوگا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرالموت کا سفر اس طرح طے کرے گا کہ وہ صرف اللہ سے ڈرے گا یا صرف بھیڑیے سے کہ اس کی بکری نہ پھاڑ کھائے لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔)

نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے حالات و واقعات کی طرف دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ ظلم کی چکی میں پسنے کی وجہ سے تنگ آچکے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ دین سے برگشتہ ہو جائیں اور ان پر کافر غالب آجائیں اور ممکن ہے کہ بعض ظلم کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہو جائیں۔

کسی بھی آدمی کے لیے یہ آسان نہیں کہ وہ صرف کتابوں سے پڑھ کر صحابہؓ کی حقیقتِ حال جان سکے کہ انھوں نے کن حالات میں دعا و مدد کی درخواست کی تھی یا پھر ان کے دل میں اٹھنے والے خیالات و احساسات کا اندازہ کر سکے۔ یہ صرف اس وقت ممکن ہے کہ وہ بھی ایسے حالات سے دوچار ہو اور انھی کی طرح اللہ کے راستے میں مصائب برداشت کرے۔ نبی ﷺ نے ان خطوط پر صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں مصائب برداشت کرتے ہوئے سابقہ انبیاء اور رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی اقتداء کرنا۔ نبی ﷺ اس سلسلے میں سابقہ انبیاء کے قصص بیان فرماتے تھے۔ اہل ایمان کے دلوں میں جنت میں تیار نعمتوں کی رغبت پیدا کرنا اور کافروں کو میسر دنیاوی زیب و زینت کے دھوکے میں نہ آنا۔ مستقبل پر نگاہ رکھنا کہ اللہ اسلام کو دنیا میں اپنی مدد سے نوازے گا اور اہل کفر اور نافرمانوں کو رسوا کرے گا۔

حضور ﷺ نے اسلام کی یہ تعلیمات دعوت کا علم بلند کرنے والوں کے لیے ترغیب و ترہیب پر مبنی ہیں، اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے جب بھی کوئی جماعت میدان عمل آئے گی تو اس کو طرح طرح کے مصائب و مشکلات کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے گا، داعیان اسلام کے لیے سب سے پہلی ترغیب جس پر زور دیا گیا وہ صبر ہے۔ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی اگر ڈھا دیے جائے تب بھی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نجانے دیں۔ آج ترغیب و ترہیب کی دعوت تو ہر کوئی دینے کو تیار ہے مگر مصائب و مشکلات سے ٹکرانے کے لیے کوئی تیار نہیں، اور نہ ہی اس اسوہ کی تعلیمی اداروں میں تربیت دی جاتی ہے۔ دعوت تبلیغ کے امور میں ان مراحل سے گزرے بغیر مؤثریت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آج ہر فرد یا جماعت جو غلبہ دین کے لیے دعوت و ارشاد میں مصروف عمل ہیں ان کو حضور ﷺ کی ان تعلیمات ترغیب و ترہیب کو پیش نظر رکھ کر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ معاشرے اس کے نتائج ابھر کر سامنے آسکے۔

خلاصہ بحث

- ❖ منہج ترغیب و ترهیب وہ اسلوب ھے جس میں سھل پسند اور جاذبیت کا عنصر پایا جاتاھے۔ اس دعوت نے انساني زندگي میں سادگي اور تفھیم دین اور عمل دین میں آساني کي روش اختیار کي۔

- حضور ﷺ نے اخلاق حسنہ کو اپنانے پر ترغیب دی اور اس سے منہ موڑنے والوں کو ترھیب کے ذریعے عذاب کی وعید سنائی۔ حضور ﷺ کی دعوتِ اسلامی تمام تر اخلاقی قدروں کی حامل اور ان کی سختی کے ساتھ پابند دعوت تھی۔
- آپ ﷺ کی منہج ترغیب و ترھیب پر مبنی یہ اسلامی دعوت ایک نظریاتی اور اصولی دعوت تھی اس میں کسی نوعیت کی عصبیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ نہ طبقاتی، نہ لسانی، نہ علاقائی اور وطنی۔ تمام افراد کو صرف نظریے کے معیار ھی پر جانچا، پرکھا اور تولا جاتا تھا۔
- میدان جنگ میں بھی دشمن کو قتل کرنے سے پھلے ترغیب وترھیب پر مبنی تعلیم کا حکم دیا گیا ھے۔ دعوت و تبلیغ کی اھمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ھے کہ اگر دشمن سے جنگ کی نوبت آجائے تب بھی میدان جنگ میں پھنچ کر سب سے پھلے اس کو دعوت اسلام دی جائے.
- ترغیب و ترھیب وہ عمل ھے جسا کو کلام الھی میں امت محمدی کا وصف کھا گیا ھے۔
- ترغیب و ترھیب میں موعظت حسنہ سے مراد کسی کی خیر خواھی کی بات اس کے سامنے موئثر، نرم خوئی، اخلاص، ھمدردی، شفقت اور حسن اخلاق سے نھایت معتدل پیرائے میں کی جائے۔
- ترغیب و ترھیب کے لئے ضروری ھے کہ دین کی بات اس طرح پیش کی جائے کہ اس سے نہ تو کسی کی تحقیر ھو اور نہ تنقیص۔
- آقا ﷺ نے خطبہ اول میں لوگوں کو ترھیب کے زریعے سے اللہ کی طرف بلایا پھر نبی ﷺ نے اپنی مضبوط دعوت کے لیے مضبوط اساس، یعنی سچائی کا انتخاب کیا تاکہ اس بنیاد پر اپنا مدعا پیش کر سکیں۔
- حضور ﷺ اللہ کے ساتھ وابستگی اور کلمہ کو قبول کرنے پر انعام اور جنت کی ترغیب دیتے اور اس کے ساتھ ترک کرنے پر جھنم کی ترھیب دیتے۔
- منہجِ ترغیب و ترھیب سے نبی کریم ﷺ کے دو وصف صبر اور بردباری کا اظھار ھوتا ھے۔ جو شخص بھی اس دعوت کو لے کر اٹھے گا اس کو ان مراحل سے گزرنا پڑے گا۔
- حضور ﷺ نے تمام سازشوں اور پروپیگنڈا کی پروا کیے بغیر دعوت اسلام کی ترغیب دلائی، بجائے اپنے بارے میں اور صحابہ کرام کے متعلق ھونے والی سازشوں کی صفائی پیش کرتے بلکہ جو شخص بھی حضور سے ملتا اس کو ترغیب و ترھیب کے انداز میں اللہ کی طرف بلاتے۔
- حالات حاضرہ میں ھم نے اسباب کی ترغیب کے کلچر کو بھولا دیا ھے، اور ھر شخص یہ آرزو رکھتا ھے کہ وہ بغیر کچھ حرکت کیے سب کچھ حاصل کر لے جو کہ اسلام کے اصولوں کے خلاف ھے، اسباب و زرائع کے بغیر اگر اسلام کا بول بولا ھوتا تو حضور ﷺ کو کبھی بدر و حنین کے مراحل سے نہ گزرنا پڑتا۔
- دعوت و ارشاد میں داعیان اسلام کو مصائب و مشکلات کے مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ھے۔ اور یہ در حقیقت اسلام کے ماننے والوں کا امتحان ھوتا ھے۔ دعوت و تبلیغ میں ابتلاء و آزمائش سے کی منازل کو عبور کیے بغیر کامیابی ناممکن ھے۔
- ترغیب و ترھیب میں ابتلاء و آزمائش ھی وہ عمل ھے جو انسان کے قویٰ اور اس کے جسمانی عضا کے ساتھ ساتھ فکری اور نظریاتی بنیادوں پر مضبوط کرتا ھے۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Al-Qur'ān, 7:125.

[2]Al-Qur'ān, 18:7.

[3]Ibn al-Qayyim al-Jawziyya, Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr, Al-Fawā'id (Kuwait: Maktabat al-Manār al-Islāmiyya, 1986), 283.

[4]Ṣalābī, 'Alī Muḥammad, Al-Sīra al-Nabawiyya (Saudi Arabia: Dār al-Salām, 2020), 2:178.

[5]Bukhārī, Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Ismā'īl, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 2001), Ḥadīth no. 6467.

[6]Al-Qur'ān, 29:2.

[7]Alī Muḥammad Ṣalābī, Al-Sīra al-Nabawiyya, 2:179 .

[8]Al-Qur'ān, 73:10.

[9]Al-Qur'ān, 27:70 .

[10]Tirmidhī, Abū 'Īsā Muḥammad ibn 'Īsā, Sunan al-Tirmidhī (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 2000), Ḥadīth no. 3349.

[11]Bukhārī, Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Ismā'īl, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Ḥadīth no. 520.

[12]Qushayrī, Imām Abū al-Ḥasan Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 2000), Ḥadīth no. 2262.

[13]Al-'Umarī, Dr. Ḍiyā, Al-Sīra al-Nabawiyya al-Ṣaḥīḥa (Beirut: Dār Ṣādir, 1996), 1:149.

[14]Ibn Hishām, 'Abd al-Malik ibn Hishām, Al-Sīra al-Nabawiyya (Riyadh: Dār al-Maghnī, 1999), 1:350.

[15]Ibn Hishām, Al-Sīra al-Nabawiyya, 1:352.

[16]Al-Būṭī, Muḥammad Sa'īd Ramaḍān, Fiqh al-Sīra (Beirut, Lebanon: Dār al-Fikr al-Mu'āṣir, 2007), 88.

[17]Al-Ghaḍbān, Munīr Muḥammad, Fiqh al-Sīra al-Nabawiyya (Saudi Arabia: Jāmi'at Umm al-Qurā, 2008), 1:371.

[18]Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā ibn Jābir, Ansāb al-Ashrāf (Beirut: Dār Ṣādir, 1901), 1:100.

[19]Ibn Hishām, 'Abd al-Malik ibn Hishām, Al-Sīra al-Nabawiyya, 2:54.

[20]Al-'Āmirī, Yaḥyā ibn Abī Bakr ibn Muḥammad, Bahjat al-Maḥāfil wa Bughyat al-Amthāl fī Talkhīṣ al-Sīra wa al-Mu'jizāt wa al-Shamā'il (Beirut: Dār al-Minhāj, 2009), 192.

[21]Yaḥyā ibn Abī Bakr al-'Āmirī, Bahjat al-Maḥāfil, 193.

[22]Munīr Muḥammad al-Ghaḍbān, Fiqh al-Sīra al-Nabawiyya, 1:217.

[23]Ḥanbal, Abū 'Abd Allāh Aḥmad ibn Muḥammad, Musnad Aḥmad ibn Ḥanbal (Beirut: Maktaba al-Islāmī lil-Ṭaba'a wa al-Nashr, 1987), 1:62.

[24]Munīr Muḥammad al-Ghaḍbān, Fiqh al-Sīra al-Nabawiyya, 1:217.

[25]Munīr Muḥammad al-Ghaḍbān, Fiqh al-Sīra al-Nabawiyya, 100.

[26]Ibn Sa'd, Muḥammad ibn Sa'd, Al-Ṭabaqāt al-Kubrā (Beirut: Dār Ṣādir, 1999), 3:116.

[27]Suhaylī, 'Abd al-Raḥmān ibn 'Abd Allāh, Al-Rawḍ al-Anf (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 2018), 2:195.

[28]Abd al-Raḥmān ibn 'Abd Allāh Suhaylī, Al-Rawḍ al-Anf, 2:196.

[29]Abd al-Raḥmān ibn 'Abd Allāh Suhaylī, Al-Rawḍ al-Anf, 2:197.

[30]Ibn Isḥāq, Muḥammad ibn Isḥāq ibn Yasār, Al-Sīr wa al-Maghāzī (Beirut, Lebanon: Dār al-Fikr, 1987), 193.

[31]Ḥākim, Muḥammad ibn 'Abd Allāh Nīshāpūrī, Al-Mustadrak 'alā al-Ṣaḥīḥayn (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 2005), 3:221.

[32]Alī Muḥammad Ṣalābī, Al-Sīra al-Nabawiyya, 2:246.

[33]Muḥammad ibn Isḥāq ibn Yasār, Al-Sīr wa al-Maghāzī, 198.

[34]Muḥammad ibn Isḥāq ibn Yasār, Al-Sīr wa al-Maghāzī, 105.

[35]Muḥammad ibn Isḥāq ibn Yasār, Al-Sīr wa al-Maghāzī, 126.

[36]Alī Muḥammad Ṣalābī, Al-Sīra al-Nabawiyya, 2:234.

[37]Alī Muḥammad Ṣalābī, Al-Sīra al-Nabawiyya, 2:235.

[38]Ibn Sa'd, Muḥammad ibn Sa'd, Al-Ṭabaqāt al-Kubrā, 3:137.

[39]Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath ibn Isḥāq ibn Bashīr, Sunan Abī Dāwūd (Beirut, Lebanon: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 2000), Ḥadīth no. 2649.